بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم جناب مفتی ..................صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم (K.U) میں جس جگہ کام کرتے ہیں وہاں غیر مسلموں کی طرف سے منجملہ اور سوالات کے ایک یہ سوال بکثرت کیا جاتا ہے کہ انسان کو غلام یا باندی بنانا انسانیت کے خلاف ہے، اور اسلام میں بھی یہ تصور پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ چیز اسلام کی دیگر خوبیوں کے خلاف ہے۔

اس وجہ سے بندہ کو اس بارے میں کچھ تفصیلی معلومات درکار ہیں، امید ہے کہ آنجناب تفصیلی جواب سے مرحمت فرما کر ہم بیرون ملک بسنے والوں پر احسان فرماتے ہوئے عنداللہ اپنی مساعی جمیلہ کے اجر جزیل کے مستحق ہوں گے۔

(۱) دینِ اسلام میں غلام، باندیاں بنانے کا کیا تصور ہے؟ اور اس میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ اس میں تو آزاد انسان کو غلام بنایا جارہا ہے، اور پھر ایک کافر غلام جو کہ مسلمان ہوجائے وہ بھی غلام باقی رہتا ہے، اگر غلام ہونا کفر کی سزا تھی تو مسلمان ہونے کے بعد اس غلامی کو کیوں باقی رکھا جاتا ہے؟ براہِ کرم تفصیل سے واضح فرمائیں۔

(۲) اسلام کی ابتداء میں مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ سمیت ''شعب ابی طالب'' میں تین سال تک قید رکھا گیا تھا، اس قید کا تفصیلی قصہ کیا ہے؟ اور اس کے مأخذ ومراجع کیا ہیں؟

فقط والسلام!

جواب کا منتظر: سید حسین شاہ عفی عنہ

بواسطہ: (مولوی) سجاد حفیظ عفی عنہ، مبارکہ جنوری

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

۱۔ واضح رہے کہ زمانہ اسلام سے پہلے پوری دنیا میں غلامیت رائج تھی اور غلاموں سے اتنا ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا کہ اس کے تصور سے ہی انسانیت کی گردن شرم سے جھک جاتی تھی، لیکن اسلام کے زمانے میں جس طرح کی غلامی رائج تھی اس کے اندر صرف نام، غلامی کا باقی رہ گیا تھا، وگرنہ درحقیقت وہ بھائی چارہ بن گیا تھا۔

اسلام نے نہ تو اس بات کی اجازت دی کہ جو جس طرح چاہے اور جیسے چاہے غلاموں سے سلوک کرے اور نہ ہی غلامی کے عمل کو کلیۃً لغو قرار دیا بلکہ اس کے لئے ایسے احکامات اور حدود قائم کیں، جس کے ذریعہ انسانیت کی اصلاح وفلاح ہو۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ اسلام میں غلام بنانے کا کیا تصور ہے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ ایک آزاد کو غلام بنانے کی اجازت کیوں دی گئی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جنگی قیدیوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہوتا کہ ان کو غلام بنالیا جائے، کیونکہ اگر غلام نہ بنایا جائے تو تین ہی صورتیں عقلاً ممکن ہیں: قتل کردیا جائے، آزاد چھوڑ دیا جائے یا دائمی قیدی بنا کر رکھا جائے۔

اب اگر ان قیدیوں کو قتل کرتے ہیں تو ان کی جان جاتی ہے، اگر ان کو چھوڑتے ہیں تو وہ دوبارہ اسلام کے خلاف سر اٹھا سکتے ہیں اور اسلامی حکومت کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں اور اگر انہیں دائمی قیدی بنا کر آج کل کی طرح کسی الگ تھلگ جزیرے میں رکھا جائے تو کس کی استطاعت ہے کہ وہ ان کے انسانی حقوق کی پوری نگہداشت کر سکے؟! جبکہ غلاموں کے حقوق کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر نہایت سخت ہے، لہٰذا ان کی زندگی بچانے کے لئے، ان کے خطرے سے محفوظ رہنے کے لئے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے غلام بنانے سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جرم کی سزا اس کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتی ہے، جس درجہ کا جرم ہوتا ہے اسی درجہ کی سزا ہوتی ہے، اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو بغاوت

Scanned by CamScanner

کفر جس کی وجہ سے انسان اپنے خالق و پروردگار کے واجب الاطاعت ہونے سے انکار کرتا ہے اور انبیاء ومرسلین سے مقابلہ ومقاتلہ کے لئے میدان میں آتا ہے، جس کی وجہ سے عنداللہ اس کی ساری کرامتیں اور عزتیں خاک میں مل جاتی ہیں وہ حریت اور آزادی جو اسے عطا کی گئی تھی وہ سلب کرلی جاتی ہے اور حق تعالیٰ شانہ اس باغی انسان کو اپنے نیک بندوں کا مملوک وغلام بنا دیتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے زمانہ قدیم میں جو جنگوں کا دور ہے اس کے متعلق ایک عیسائی مؤرخ لکھتا ہے کہ ''مگر اس بات کو ابھی تک لوگوں نے اچھی طرح نہیں سمجھا کہ پچھلی تمدنی اور تدریجی ترقی میں جنگ ایک ضروری فرض کو ادا کرنے والی تھی۔ اوّل اس لحاظ سے کہ جنگ کا مقصدِ اصلی یہ تھا کہ متفرق قومیں ایک ہو جائیں اور اس لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ وہ ایک کی ماتحتی کی حالت میں رکھے جائیں تا کہ دوبارہ اس قوم کو سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو اور یوں جنگ کا مقصدِ اصلی حاصل ہو۔ دوم اس لحاظ سے کہ یہ مسلّم امر ہے کہ ابتداء میں انسانی معاشرے میں محنت اور مشقت کے کاموں سے گریز کیا جاتا ہے اور عموماً آرام طلبی زیادہ ہوتی ہے پس جب ایک قوم کے لوگ اپنے مخالفوں کے درمیان آکر رہیں گے تو وہ سوائے مجبوری کے کبھی کام نہ کریں گے، اس لئے ضروری ہوا کہ ان کو غلام بنا کر ان سے کام لیا جائے، اس دوسرے امر کے متعلق اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ دنیا کی کسی قوم میں بھی خود بخود اور خوشی سے محنت کو اختیار نہیں کیا گیا بلکہ ہر ایک ملک میں یہی نظر آتا ہے کہ فاتحین نے مجبور کر کے زیردستوں کو کام پر لگایا ہے اور ان سے محنت شاقہ کے کام لئے ہیں، اور آخر جب مدت تک یہ مجبوری چلی آئی تو پھر اس قوم کی عادت میں یہ امر داخل ہو گیا، امر اول کے لحاظ سے آزاد آدمی لازماً جنگ پیشہ تھے، اور غلام محنت کا کام کرنے والے لوگ تھے، اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے لئے بطورِ معاون تھے اور ایک کا وجود دوسرے کے لئے ضروری تھا، اور یوں بغیر مقابلہ اور جھگڑے کے یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون ہو کر انسانی معاشرے کی ترقی کے ذرائع تھے''۔

(''احکام اسلام عقل کی نظر میں''، بتغییر یسیر، ص: ۱۸۸، ۱۸۹)

یہ وہ خال خال حکمتیں تھیں جن کی وجہ سے اسلام نے آزاد آدمی کو غلام بنانے کا عمل (حدود کی رعایت کے ساتھ) روا رکھا۔

لیکن غلام بنانے کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ اسلام نے غلام کے حقوق بھی بتائے ہیں، غلام کوئی جانور نہیں ہوتا، وہ بھی انسان ہوتا ہے، شریعت نے اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا اور اُسے ایسے حقوق دیئے کہ اس سے پہلے لوگوں کے تصوّر میں بھی نہیں آیا کہ غلاموں کو ایسے حقوق بھی مل سکتے ہیں!۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿واعبدوا اللّٰه ولا تشركوا به شيئاً وبالوالدين احسانا وبذي القربىٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وماملكت ايمانكم﴾ (النساء: ۳۶)

''اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور احسان کرو ماں باپ کے ساتھ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ جو تمہارے قبضہ میں ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''هم إخوانكم، جعلهم اللّٰه تحت أيديكم، فمن جعل اللّٰه أخاه تحت يده، فليطعمه مما يأكل، وليلبسه مما يلبس، ولا يكلّفه من العمل مايغلبه، فإن كلّفه ما يغلبه، فليعنه عليه''۔

''یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں اللہ نے انہیں تمہارے ماتحتی میں دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جسکی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے، اسے چاہئے کہ جو چیز کھاتا ہے اس میں سے اسے بھی کھلائے اور جو پوشاک پہنتا ہے اس میں سے اسے بھی پہنائے اور اس پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالے جو اُس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر اس کی طاقت سے زیادہ کام اس کو دے تو پھر اس کی مدد بھی کرے''۔

(الصحيح للبخاري، باب ماينهى من السباب واللعن، رقم الحديث (۶۰۵۰)، ص: ۱۲۴۱، دار الكتاب العربي)

حتیٰ کہ ایک روایت میں یہاں تک آیا ہے کہ مرض الموت میں آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے، ''الصلاة وما ملكت أيمانكم'' جس کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک''۔

(شعب الإيمان للبيهقي، باب في الإحسان إلى المماليك، رقم الحديث (۸۵۵۰): ۶/۳۷۰، دار الكتب العلمية)

Scanned by CamScanner

غلاموں کے اتنے حقوق بیان کرنے کے باوجود اس نام کی غلامی کو بھی رفتہ رفتہ ختم یا کم کرنے کے لئے غلاموں کو آزاد کرنے کے اتنے فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہیں کہ شاید ہی کوئی نیکی اس کی ہمسری کر سکے، مختلف فقہی احکام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے بہانے ڈھونڈے گئے ہیں، کفارۂ صوم، کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین، ان تمام صورتوں میں سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ کوئی غلام آزاد کیا جائے، یہاں تک کہ حدیث پاک میں بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی نے غلام کو (ناحق) تھپڑ مار دیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کردے۔

"من لطم مملوكه أو ضربه، فكفارته أن يعتقه".

(صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب صحبة المماليك، رقم الحديث (۴۲۹۸)، ص: ۷۲۹، دار السّلام)

خلاصۂ کلام یہ کہ اسلام نے غلامی کے نظام میں جو ہمہ گیر اصلاحات کی ہیں، جو شخص بھی انہیں بنظرِ انصاف دیکھے گا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان اصلاحات کے بعد جنگی قیدیوں کو غلام ولونڈیاں بنانے کی اجازت ان پر ایک عظیم احسان ہے۔

جہاں تک بات ہے اس امر کی کہ "اگر غلامی کفر کی سزا ہے تو مسلمان ہونے کے بعد غلام آزاد کیوں نہیں ہوتا؟

تو اس سلسلہ میں حق بات تو یہی ہے کہ مسلمان ہونا آزاد ہونے کا متقاضی ہے لیکن اسلام ایسا مذہب ہے جس میں مسلمان تو درکنار، کفار کے حقوق کی بھی رعایت رکھی گئی ہے، چنانچہ شریعت میں ایک مرتبہ غلام بننے کے بعد اس کی حیثیت مال کی ہو جاتی ہے (کہ اس کی بیع، شراء، ہبہ، رہن وغیرہ شرعاً جائز ہوتا ہے) اور مال ہمیشہ کسی کا مملوک ہوتا ہے، اب اگر کافر غلام کے مسلمان ہونے پر شریعت آزاد ہونے کا مطلقاً حکم لگاتی تو اس صورت میں مالک کی ملکیت کا بغیر کسی عوض کے ضیاع لازم آتا جو کہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

البتہ وہ مواقع جہاں مالک کی ملکیت کو کسی مناسب سبب سے زائل کرنا ممکن تھا، تو وہاں شریعت نے اس کے اسلام کے سبب آزاد ہونے کا حکم لگایا ہے۔

چنانچہ "بدائع الصنائع" میں "علامہ کاسانیؒ" نے "کتاب السیر" میں یہ مسئلہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی حربی کا، کافر غلام دار الحرب میں اسلام لے آئے اور اپنے آقا سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے دار الاسلام آجائے یا دار الحرب پر مسلمان غلبہ پالیں تو یہ غلام آزاد شمار ہوگا۔

(بدائع الصنائع، كتاب السير: ۱۱۱/۶، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

جب کہ بعض احادیث میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمان غلاموں کو ان کی صفتِ اسلام کی وجہ سے آزاد کرنے کی بھرپور ترغیب دی ہے، جس سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ شریعت نے صفتِ ایمان کی وجہ سے مسلمان غلام کے حقوق کی رعایت (جہاں تک ممکن تھا) دیگر غلاموں کی بہ نسبت زیادہ رکھی ہے۔

"من أعتق رقبة مؤمنة، أعتق الله بكل عضو منه عضواً من النار، حتى يعتق فرجه بفرجه."

(صحيح مسلم، كتاب العتق، باب فضل العتق، رقم الحديث (۳۷۹۷)، ص: ۶۵۷، دار السلام)

مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمالیں۔

۱. (معارف القرآن للعثمانیؒ، سورۃ محمد، اسلام میں غلامی کی اہمیت: ۲۴/۸، إدارة المعارف، کراچی)

۲۔ (تکملة فتح الملهم، کتاب العتق: ۲۶۲/۱-۲۷۲، مکتبہ دار العلوم کراچی)

۳. (احکام اسلام عقل کی نظر میں، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص: ۱۸۷-۱۸۹، مکتبہ عمر فاروق)

۴۔ (تقریر ترمذی، باب ما جاء فی قتل الأساری والفداء: ۲۴۰/۲-۲۴۲، میمن اسلامک پبلشرز)

واضح رہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہماری نظر محض اس پر نہیں ہونی چاہیئے کہ کس حکم کی، کیا کیا حکمتیں ہیں؟ بلکہ ہر ہر حکم پر عمل اللہ جل جلالہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ پر ایمان بالغیب کے تحت ہونا چاہیے۔

Scanned by CamScanner

۲۔ ''شعب ابی طالب'' میں مسلمانوں کے قید ہونے کا واقعہ حدیث وتاریخ کی مختلف کتابوں میں مضمون کی قدرے کمی یا زیادتی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے:

''جب قریش کی جماعت حبشہ سے ناکام واپس آئی اور یہ معلوم ہوا کہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کا خوب اکرام کیا اور دوسری طرف حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسلام لے آئے جس سے کافروں کا زور ٹوٹ گیا اور جب کوئی حربہ دینِ حق کو دبانے میں کارگر نہ ہوا تو تمام قبائلِ قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ:

''محمد ﷺ، بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی بنی ہاشم سے نکاح کرے، نہ خرید وفروخت کرے، نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک بنو ہاشم ''رسول اللہ ﷺ'' کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کردیں''۔

یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم الحرام، ۷ نبوی کو تحریری طور پر ''بیت اللہ'' میں لٹکا دیا گیا تاکہ ہر شخص اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک مسلمان دو پہاڑیوں کے درمیان موجود گھاٹی میں نظر بند رہے، نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا اور نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے، اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی ضرورت کا اظہار کرتا تو جواب نفی میں پاتا، معمولی سامانِ غلہ بھی آخر کار ختم ہوگیا اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے، عورتیں اور بچے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔

انہی تکالیف اور مصائب کی وجہ سے بعض رحم دلوں کو اس عہد کے توڑنے کا خیال پیدا ہوا سب سے پہلے ''ہشام بن عمرو'' کو اس بات کا خیال آیا کہ افسوس کی بات ہے کہ ہم کھائیں پئیں اور ہمارے عزیز واقارب فاقے کریں، چنانچہ جب رات ہوتی تو ایک اونٹ غلہ کا ''شعب ابی طالب'' میں لے جا کر چھوڑ دیتے۔

ایک روز ''ہشام بن عمرو'' یہی خیال لے کر زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابو البختری اور زمعہ بن الاسود کے پاس گئے اور ان کو اس عہد کے توڑنے پر آمادہ کیا، اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کو یہ خبر دی کہ ''اس عہد نامہ کو کیڑوں نے کھالیا ہے، اور "باسمك اللهم" کے علاوہ تمام حروف کو کیڑے (دیمک) چاٹ گئے ہیں، مختصراً یہ کہ اسی وقت عہد نامہ منگوا کر دیکھا گیا تو واقعتاً سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے تمام حروف کو کیڑوں نے کھالیا تھا، اس طرح اس ظالمانہ عہد نامہ کا خاتمہ ہوا اور ۱۰ نبوی کو یعنی ہجرت سے تین سال قبل، ابوطالب اور ان کے تمام رفقاء اس گھاٹی سے باہر نکلے۔

مذکورہ واقعہ بسط وتفصیل کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱. (دلائل النبوة للبيهقي، باب دخول النبيّ ﷺ مع مَن بقيِ مِن أصحابه شعب أبي طالب.....: ۲/ ۳۱۱، دار الكتب العلمية).

۲. (عمدة القاري، كتاب الحج، باب نزوله النبيّ ﷺ مكة، رقم الحديث (۱۵۹۰): ۹/ ۳۲۹، دار الكتب العلمية).

۳. (فتح الباري، باب تقاسم المشركين على النبيّ ﷺ، رقم الحديث (۳۸۸۲): ۷/ ۲۴۴، قديمي).

۴. (شرح ابن بطال على البخاري، كتاب الحج، باب نزول النبي ﷺ بمكة. رقم الحديث (۱۴۱۱): ۴/ ۲۳۶، دار الكتب العلمية).

۵. (البداية والنهاية، فصل في ذكر مخالفة قبائل قريش: ۳/ ۹۰، ۹۱، دار الكتب العلمية).

۶. (تاريخ الإسلام للذهبي، ذكر شعب أبي طالب والصحيفة: ۱/ ۲۶۶-۲۶۸، دار الكتب العلمية). فقط

والله تعالیٰ أعلم بالصّواب

كتبه: نعمان أحمد عفي عنه

المتخصّص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية بكراتشي

۱۴۳۱/۶/۸ هج

Scanned by CamScanner